یہاں کی کتب تقویم کے مطابق دن منگل کا ثابت ہوتا ہے۔ مصر کے بعض مورخوں نے دن بدل کر جمعہ کے بجائے منگل اختیار کر لیا ہے۔ میرے نزدیک دن میں ہول چوک کا امکان کم اور تاریخ میں زیادہ تھا۔ اتفاق سے طبقات ابن سعد میں ابو ایوب انصاری کا ایک بیان مل گیا کہ یا تو رمضان کے سترہ دن گزر چکے تھے اور تیرہ دن باقی تھے یا گیارہ دن باقی تھے اور انیس دن گزر چکے تھے[1] تقویم کے مطابق رمضان ۲ھ کی ابتدا ۲۲ فروری ۶۲۴ء سے ہوئی۔ اس روز یک شنبہ تھا لہذا ۱۷ کو منگل اور ۱۹ کو جمعرات ہوگی۔ روایت کی بنا پر ایک روز کا تقدم و تاخر ممکن ہے، نہ کہ چار روز کا۔ میرا اندازہ ہے کہ غالباً ۱۹ والی روایت ہی درست ہو۔ و اللہ اعلم بالصواب۔ (مولف)

عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ارکین و مُعاونین

متوجّہ ہوں

۲۲، ۲۳، ۲۴ جون ۱۹۸۸ء کو ملتان میں منعقد ہونے والا آل پاکستان احرار ورکرز کنونشن گرمی کی شدت کی وجہ سے تااطلاعِ ثانی ملتوی کر دیا گیا ہے۔ تمام احرار کارکنوں کو مرکز کی طرف سے سرکلر کے ذریعے نئے پروگرام سے جلد مطلع کیا جائے گا۔

عبداللطیف خالد چیمہ
مرکزی سیکرٹری اطلاعات

---

[1] جلد دوم ص ۲۱۔

مولانا محمد عارف سنبھلی، استاد تفسیر، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قادیانیت کے مقابلہ کا صحیح طریقہ

مرزا غلام احمد قادیانی خدا کے دین اور اپنی ذات کے بارے میں مختلف اوقات میں بہت ہی مختلف اور متضاد باتیں کہتے رہے ہیں، مثلاً ایک وقت وہ تھا جب انہوں نے سارے دین کو پوری طرح محفوظ اور متواتر بتلاتے ہوئے لکھا تھا۔

"پس اگر قاعدے سے احادیث کو دیکھا جائے تو ان کے اکثر حصہ کو جس کا معین مددگار سلسلۂ تعامل ہے آحاد کے نام سے یاد کرنا، بڑی غلطی ہوگی، اور درحقیقت یہی ایک بھاری غلطی ہے جس نے اس زمانے کے نیچریوں کو صداقت اسلام سے بہت ہی دور ڈال دیا، وہ خیال کرتے ہیں گویا اسلام کی وہ تمام سنن اور وضوا در عبادات اور سوانح اور تواریخ جن پر حدیثوں کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ صرف چند حدیثوں کی بناء پر ہی قائم ہے، حالانکہ یہ ان کی فاش غلطی ہے، بلکہ جس تعامل کے سلسلہ کو ہمارے نبی صلعم نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا تھا، وہ ایسا کروڑہا انسانوں میں پھیل گیا تھا، کہ اگر محدثین کا دنیا میں نام ونشان بھی نہ ہوتا تب بھی اس کو کچھ نقصان نہ تھا۔"

(شہادۃ القرآن صـ)

مرزا صاحب کا مطلب یہ ہے کہ دین کے عقائد واعمال پہلے تواتر کا درجہ حاصل کر چکے تھے پھر بعد میں محدثین نے اسی تواتر کو کتابوں میں روایات کی شکل میں محفوظ کیا تھا۔ پھر اپنے اسی عقیدہ کو اور زیادہ زور اور وضاحت کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں۔

وجوہات جو ایک بدیہی امر کی طرح ہے، یہی ہے کہ ائمہ حدیث کا اگر لوگوں پر کچھ احسان ہے تو صرف اس قدر کہ وہ جو ابتداء سے تعامل کے سلسلہ میں ایک دنیا ان کو مانتی تھی، ان کی اسناد

کے بارے میں ان لوگوں سے تحقیق و تفتیش کی اور یہ دکھلا دیا کہ اس زمانہ میں موجودہ حالت میں جو کچھ اہل اسلام تسلیم کر رہے ہیں یا عمل میں لا رہے ہیں، یہ ایسے امور نہیں جو بطور بدعات اسلام میں اب مخلوط ہو گئے ہیں، بلکہ یہ وہی گفتار و کردار ہے جو آں حضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمائی تھی"

(شہادۃ القرآن صفحہ)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے پورے دین کو صریح طور پر متواتر قرار دیا ہے، اور تمام اخبار آحاد (یعنی غیر متواتر احادیث) کو بھی تواتر کا ریکارڈ بتلایا ہے، اور اپنے زمانے کے نیچریوں کے متعلق کہا ہے کہ وہ دین کی اس بدیہی حقیقت سے ناواقفیت کے باعث ہی اسلام سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

یہ تھا پہلے دور میں احادیث نبوی کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ و اعلان کہ وہ ساری کی ساری متواتر ہیں اور ان کو خبر واحد یعنی غیر متواتر سمجھنا سخت جہالت اور شدید گمراہی کا باعث ہے مگر جب ان کے دماغ نے ہدایت سے ضلالت کی طرف کروٹ لی تو پھر انہوں نے احادیث کو معتبر یا غیر معتبر ٹھہرانے کے جملہ حقوق اپنے حق میں محفوظ کرا لئے، چنانچہ انہوں نے کھلے الفاظ میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے احادیث کے رد و قبول کے معاملہ میں حکم کی حیثیت عطا فرمائی ہے لہذا اب تمہاری روایتوں اور تمہارے محدثین کی سندوں کا کوئی اعتبار نہیں، بس میں ہی جس حدیث کو صحیح بتلاؤں اس کو صحیح جانو اور جس کو میں غلط ٹھہراؤں اسے غلط تسلیم کرو، مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کا حکم یعنی فیصلہ کرنے والا، تم میں نازل ہو کر، تمہاری حدیثوں کے انبار میں سے کچھ لیتا اور کچھ رد کر دیتا، سو یہی ہوا، وہ شخص حکم کس بات کا ہے جو تمہاری باتیں مانتا جائے اور کوئی بات رد نہ کرے۔" (اربعین ۴، صفحہ ۲۷)

دو تین سطر کی اس عبارت کے ذریعہ مرزا صاحب نے اپنے ان سابق بیانوں کو جن میں انہوں نے پورے دین اور تمام حدیثوں کو متواتر قرار دیا تھا، دھو کر بالکل صاف کر دیا۔ اب مرزا صاحب ایسے بدلے کہ ارشادات نبوی کو رسول کی حدیث کہنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ اب وہ احادیث مبارکہ کے لئے "تمہاری حدیثوں کا انبار" ۔ "تمہاری باتیں" جیسے حقارت آمیز الفاظ استعمال کر رہے

تھے، یہی طرزِ کلام ذیل کی عبارت میں بھی احادیثِ نبوی کے بارے میں مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں،

"اگر تمہارا ذخیرہ سب کا سب صحیح ہوتا، تو پھر حکم، مجدد آنے کی کیا ضرورت تھی، ہر ایک فرقہ کو یہی خیال ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہی صحیح ہے۔ اب یہ تمام فرقے تو سچ پر نہیں، اس لئے سچ وہی ہے جو حکم کے منہ سے نکلے، اگر ایمان ہو تو خدا کے مقرر کردہ حکم کے حکم سے بعض حدیثوں کا چھوڑنا یا ان کی تاویل کرنا امر مشکل نہیں، یہ تمہارے بزرگوں کی اپنے منہ کی تجویزیں ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں حسن ہے اور فلاں مشہور ہے اور فلاں موضوع ہے۔" (اربعین ۲، ص۲۴)

اس عبارت میں پورے ذخیرۂ حدیث کو یہ کہہ کر نہایت ہی حقارت سے مرزا صاحب نے ٹھکرادیا ہے کہ یہ تمہارے بزرگوں کی اپنی تجویزیں ہیں، کہ فلاں حدیث صحیح فلاں مشہور وغیرہ ہے انہوں نے کہا کہ اللہ نے مجھے حکم بنا کر دنیا میں بھیجا ہے، اب حدیث کے صحیح وغلط اور قابلِ قبول یا لائقِ ردّ ہونے کا فیصلہ سندوں سے نہ ہوگا بلکہ اب اس کا فیصلہ فقط میرے بیان سے ہوگا۔

اس کے بعد مرزا صاحب ترقی کا ایک زینہ اور چڑھے، انہوں نے اعلان کیا کہ فقط احادیث کا علم ہی نہیں، قرآن مجید کی اصل مراد بھی مجھے بتلائی گئی ہے لہٰذا میرے سامنے تفسیروں کے حوالے بھی پیش نہ کرو بلکہ قرآنی ارشادات کا جو مطلب میں بیان کروں بس اسی پر ایمان لاؤ۔ اس موقع پر مرزا صاحب کے الفاظ یہ تھے:

۱۔ "میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے تو پھر کس بات میں اور کس غرض کے لئے ان لوگوں سے منقولی بحث کروں۔"

(اربعین ۴، ص۲۵)

پھر اسی صفحہ پر دوبارہ لکھتے ہیں،

۲۔ "جس حالت میں، میں نے اشتہار دے دیا کہ آئندہ کسی مولوی وغیرہ سے منقولی بحث نہیں کروں گا تو انصاف اور نیک نیتی کا تقاضا یہ تھا کہ ان منقول بحثوں کا میرے

سامنے نام بھی نہ لیتے"۔ (اربعین ۴، ص۱۵)

اس طرح مرزا صاحب نے تمام ذخیرۂ حدیث اور صحابہ و تابعین اور امت کے تمام مفسرین کی تفسیروں کو ناقابلِ قبول بلکہ ناقابلِ ذکر ٹھہرا دیا۔

نبوت کا دعویٰ:

اب تک جو بیانات مرزا صاحب کے نقل ہوئے، اُن میں کئی بیان صریح طور پر دعویٰ نبوت پر ہی مشتمل ہیں، کیوں کہ دین کے معاملہ میں جو حقوق و خصوصیات ان عبارتوں میں مرزا صاحب نے اپنے لیے حاصل بتلائی ہیں وہ فقط نبی ہی کو حاصل ہو سکتی ہیں، غیر نبی کو وہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ صریح الفاظ میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے لیکن مرزا صاحب کی وہ عبارتیں نقل کرنے سے پہلے ہم یہ بھی دکھانا مناسب سمجھتے ہیں کہ جس طرح مرزا صاحب نے پہلے تمام ذخیرۂ حدیث اور دین کے پورے نظام عقائد و اعمال کو متواتر بتایا تھا، اور پھر بعد میں اپنے کہے کو بھلا کر تمام احادیث اور قرآن مجید کے اوّل سے آخر تک تمام سلسلۂ تفسیر کو ناقابلِ اعتبار قرار دے دیا تھا بالکل اسی طرح انہوں نے ایک مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تبلایا اور اسی مفہوم و معنی میں تبلایا جس مفہوم میں شروع سے اب تک پوری امت حضور کو خاتم النبیین مانتی چلی آئی ہے۔ یعنی یہ کہ حضور کے بعد کسی جدید نبی کے دنیا میں آنے کا کوئی امکان نہیں اور نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے اس بارے میں اتنے مبالغہ سے کام لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ٹھہرا کر ان کی آمد ہی کا انکار کر دیا، چنانچہ مرزا صاحب نے کہا تھا ؎

خدا عیسیٰ کو کیوں مردوں سے لاوے
وہ خود کیوں مہر ختمیت مٹاوے (درثمین ص۲۷)

یعنی یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں بھیج کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خاتمیت کا خاتمہ فرما دے۔

اور اپنے متعلق اعلان کیا۔

ما کان لی ان ادّعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین (حمامۃ البشریٰ ص۷۹)

یعنی میرے لئے ممکن نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل کر کافروں میں شامل ہو جاؤں"۔ مگر بعد میں اپنے ان تمام بیانات کو بھلا کر مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا قطعی اعلان کر دیا۔ اب وہ کہہ رہے تھے۔

۱۔ "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا نبی بھیجا"۔ (دافع البلاء ص۱۱)

انہوں نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر اللہ نے ان الفاظ میں وحی نازل کی ہے۔

۲۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی، پھر وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۸ براہین میں درج ہے" دنیا میں ایک نذیر آیا، اس کی ایک قراءت یہ ہے کہ" دنیا میں ایک نبی آیا"۔ (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۲)

جس طرح قرآن مجید کی کئی قراءتیں ہیں ویسے ہی مرزا صاحب اپنی وحی کی بھی مختلف قراءت بتلاتے ہیں جیسا کہ یہاں انہوں نے ایک قراءت اپنی وحی کی "نذیر" اور دوسری "نبی" بتلائی اس کا قطعی مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب جس وحی کا دعویٰ کرتے تھے اس کو قرآن ہی کی برابری کی چیز سمجھے ہوئے تھے، دوسرے مواقع پر انہوں نے لکھا بھی ہے کہ میں اپنی وحی پر قرآن ہی کی طرح ایمان رکھتا ہوں۔

۳۔ ایک اشتہار پر مرزا صاحب نے انگریزی کے ان الفاظ میں دستخط کئے۔

THE PROPHET MIRZA GHULAM AHMAD

یعنی النبی مرزا غلام احمد (حقیقۃ النبوۃ ص۲۰۹)

۴۔ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ)

۵۔ اس امت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوتے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی"۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۸ حاشیہ)

اس طرح کے نبوت کے دعووں سے مرزا صاحب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر

مرزا صاحب بخوبی جانتے تھے کہ اہلِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین جانتے ہیں اس لیئے وہ آپ کے بعد کسی کو نبی ماننے کے لیئے ہرگز آمادہ نہ ہوں گے اس لیئے انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے اپنے لیئے ظلی اور بروزی نبی کے الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیئے اور کہیں لکھا کہ میں خالص اور مکمل نبی نہیں ہوں بلکہ ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی۔ اوپر کی منقولہ آخری عبارت میں یہی بات مرزا صاحب نے کہی ہے۔

ظلی اور بروزی کا مطلب اوتار :

جیسا کہ ابھی ہم نے عرض کیا کہ ظلی اور بروزی نبی کے الفاظ لکھ کر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی بڑی ہی پُر فریب کوشش کی ہے۔ لیکن اگر ان کے چند ہی بیانات پر نظر ڈال لی جائے تو مرزا صاحب اپنی چال میں بالکل ناکام ہو جائیں گے اور ان کی اصلیت بے نقاب ہو جائے گی۔ یہاں ان کی چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ "حدیثوں سے صاف طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں ظاہر ہوں گے اور حضرت مسیح بھی مگر دونوں بروزی طور پر آئیں گے نہ حقیقی طور پر۔" (نزول المسیح ص۵ حاشیہ)

اور مندرجہ ذیل عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی شکل یہ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ "میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔" (نزول المسیح ص۳)

اسی دوسری عبارت میں مرزا صاحب نے خود کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں سے ہو کر آنے والا اور آپ کا مظہر بتایا ہے۔ جس کے معنی اوتار ہی کے ہیں۔ آئندہ عبارت میں وہ صریح الفاظ میں خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اوتار بتلاتے ہیں۔

۳۔ "سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو حضرت عیسیٰ کا اوتار اور احمد کے رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔"

(اربعین ۴، ص۱۸)

اوپر مرزا صاحب نے عبارت نمبر ا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں بروزی رنگ میں آنے کی خبر دی تھی، اس تیسرے نمبر کی عبارت میں مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی دنیا میں تشریف لے آنے کی خبر دے رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حضرت عیسیٰ کا اوتار بنا کر بھیجا ہے ۔۔۔ بعد کی دونوں عبارتوں سے یہ بات پوری قطعیت کے ساتھ طے ہو جاتی ہے کہ جس مفہوم میں پہلی عبارت میں مرزا صاحب بروزی کا لفظ استعمال کرتے ہیں دوسری عبارت میں اسی مفہوم کو "اسی میں ہو کر" اور "اسی کا مظہر بن کر" کے الفاظ میں ادا کرتے ہیں اور تیسری عبارت میں اس کو اوتار کے لفظ سے ادا کرتے ہیں ۔ یعنی یہ تینوں لفظ مرزا صاحب کی اصطلاح میں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں ۔ ذیل میں نقل ہونے والی عبارت میں مرزا صاحب خبر دیتے ہیں کہ میری ذات میں تمام رسول جمع کئے گئے ہیں ۔

" دوسری امتوں کے اصلاح کے لحاظ سے صرف وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ کے الفاظ استعمال کئے گئے یعنی آخری زمانہ میں تمام رسول بروزی رنگ میں ایک ہی وجود کے اندر جمع کئے جائیں گے ۔" (تبلیغ ہدایت صـ۴۲ طبع نہم جون ۱۹۶۱ء)

یہ کتاب مرزا صاحب کے لڑکے مرزا بشیر الدین کی تصنیف ہے ۔ مندرجہ بالا عبارت انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے لکھی ہے اور خود مرزا صاحب لکھتے ہیں ۔

" میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں ۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر جیساکہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے ۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۸۵)

اس عبارت میں بروزی کا لفظ موجود ہے اور اوپر ہم دکھا چکے ہیں کہ بروز کے معنی مرزا صاحب کی لغت میں اوتار ہی کے ہوتے ہیں یہاں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ سب نام مجھے دیئے گئے" تو یہ بھی مرزا صاحب کا ایک خاص محاورہ ہے اور معنی اس کے بھی اوتار بنائے جانے ہی کے ہیں۔ آنے والی عبارت سے یہ بات قطعی طے ہو جائے گی ۔ لکھتے ہیں ،

"مجھے اور نام بھی دیئے گئے ہیں اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے، چنانچہ ملک ہند میں

کرشن نام کا ایک نبی گزرا ہے، جس کو ردّار گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے، پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ ، کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں، وہ کرشن میں ہی ہوں "

(تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۸۵)

آگے مرزا صاحب نے دہلی کے بالمکند نامی پنڈت کا ایک اشتہار نقل کیا ہے جس کا عنوان ہے :-

" یہ بے عیب (معصوم) بھگوان کا اوتار یعنی خلیفۃ اللہ "۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۸۵)

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ کرشن اوتار میں ہی ہوں، عبارت ان کی یہ ہے :

" آریہ ورت کے محقق پنڈت بھی کرشن اوتار کا زمانہ یہی قرار دیتے ہیں اور اس زمانہ میں اس کے آنے کے منتظر ہیں، گو وہ لوگ ابھی مجھ کو شناخت نہیں کرتے، مگر وہ زمانہ آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ مجھے شناخت کرلیں گے کیوں کہ خدا کا ہاتھ دکھائے گا کہ آنے والا یہی ہے "۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۸۶، ۸۷)

اور اسی کتاب میں مرزا صاحب نے اپنی ایک وحی ان الفاظ میں نقل کی ہے :

" برہمن اوتار سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں " (حقیقۃ الوحی صہ ۹۷)

تتمہ صفحہ ۸۵ کی مندرجہ بالا عبارت ہیں، مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کرشن کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے اور پھر صفحہ ۸۶ اور ۸۷ پر صریح الفاظ میں خود کو کرشن اوتار بتلاتے ہیں، اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۷ پر خود کو "برہمن اوتار" لکھتے ہیں ۔۔۔ ان حوالوں سے یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ جس طرح مرزا صاحب "ظلّی" اور "بروزی" الفاظ اوتار کے معنی میں بولتے ہیں ویسے ہی ان کی بولی میں "نام دیا جانا" بھی اوتار ہی کے معنی میں ہوتا ہے ۔

مرزا صاحب کی دیگر کفریات :

مرزا صاحب کی کتابیں کفریات سے بھری ہوئی ہیں ۔ یہاں نمونے کے طور پر فقط دو عبارتیں نقل کی جاتی ہیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے محض کلمۂ کن کے ذریعہ وجود میں آئی تھی، اور مریم صدیقہ

کو کسی مرد نے چھوا تک نہ تھا۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی یہ وہ حقیقت ہے جس پر مسلمانوں کا بچہ بچہ ایمان رکھتا ہے، مگر مرزا صاحب قرآن مجید کے اس صریح ارشاد سے سو فی صد باغی ہو کر اور حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگا کر لکھتے ہیں۔

"حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں"۔ (ازالہ اوہام حاشیہ بر صفحہ ۳۰۳)

اس ایک ہی بیان سے مرزا کے باطنی خبث کا اندازہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس صریح ارشاد کے ہوتے ہوئے کہ عیسیٰ کی پیدائش آدم کی پیدائش کی طرح محض کلمۂ کن سے ہوئی۔

انّ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم ط خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (آل عمران)	عیسیٰ کا حال خدا کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا، پس وہ (انسان) ہو گیا۔

اور حضرت مریم صدیقہ کے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے:

قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔	مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیوں کر ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں، اور میں بدکار بھی نہیں۔

مرزا کا یوسف نجار کو حضرت عیسیٰ کا باپ کہنا قرآن مجید سے کھلی بغاوت اور حضرت مریم صدیقہ پر صریح بہتان ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس کس شکل و ہیئت میں تشریف لایا کرتے تھے؟ اس سلسلہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"روح القدس کبھی کسی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا، اور کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر ظاہر ہوا، اور کسی پر کچھ اور کچھ کی شکل پر ظاہر ہوا، اور انسان کی شکل کا وقت نہ آیا جب تک انسانِ کامل یعنی ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوا۔"
(کشتی نوح ص۲۲)

کیسی نرالی معلومات ہیں "اور کیسا ٹھیٹھ مشرکانہ ذوق پایا تھا۔ مرزا صاحب نے کہ وہ جانوروں کی شکل میں حضرت جبرئیل کی آمد کا انکشاف کر رہے تھے، قرآن مجید میں انبیا علیہم السلام کی خدمت میں انسانی شکل میں فرشتوں کی آمد بیان ہوئی ہے، یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات ان کو یقینی طور پر انسان ہی سمجھے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کھانا بھی لاکر ان کے سامنے پیش فرمادیا تھا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت جبرئیل ایک کامل انسان ہی کی شکل میں تشریف لائے اور انہوں نے بھی ان کو انسان ہی سمجھا تھا ___ مگر مرزا صاحب کو قرآنی بیانات کی ذرہ بھر پرواہ نہیں تھی، وہ تو جو کچھ کہتے تھے بس اپنی وحی سے کہتے تھے۔

مرزا اور ردِّ عیسائیت:

مرزا صاحب نے اپنے ابتدائی دور میں عیسائی مشنریوں (مبلغین) کے مقابلہ میں جو مضامین اور رسالے لکھے ان کے باعث مرزا صاحب کو مسلمانوں میں بڑی شہرت اور نیک نامی حاصل ہوئی، مسلمانوں نے ان کے اس کام کو اسلام کی حقانیت ثابت کرنے اور عیسائیت کی تردید کی غرض سے نہیں لکھی تھیں بلکہ باغیرت مسلمانوں کے قلوب میں برٹش گورنمنٹ کے خلاف جو غیظ و غضب بھڑک اٹھا تھا، اس کو ٹھنڈا کر کے ان کو انگریزوں کی غلامی پر آمادہ کرنے کے ناپاک مقصد سے مرزا صاحب نے یہ کتابیں اور رسالے تحریر کئے تھے۔ چنانچہ انگریزی گورنمنٹ کو بھیجی ہوئی اپنی عرض داشت میں مرزا نے صاف صاف لکھا۔

۱۔ "میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی، چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی، کیوں کہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی مفید ہو گا کیوں کہ عوض و معاوضہ کے بعد گلہ نہیں رہتا۔" (تریاق القلوب صــــ ۳۹۰-۳۹۱)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

۲۔ "سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا، یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا، اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں مسلمانوں میں سے اوّل